ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

عبداللہ حسین کے افسانوں میں نسائی آواز

A REPRESENTATION OF FEMININE VOICE IN ABDULLAH HUSSAIN'S SHORT STORIES

☆محمد اشرف
لیکچرار شعبہ اُردو، ایمرسن یونیورسٹی، ملتان

☆ حفصہ ثانیہ
لیکچرار، شعبہ اُردو، دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور

☆ثوبیہ صفدر
پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ اُردو، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

Abstract: *Abdullah Hussain is a distinguished novel and short story writer in Urdu literature. The skillful utilization of themes and literary terms make him capable of attaining a key position in Urdu Fiction Writing. One of the significant theme of his novels is feminism i.e. the rights, liberty and insecurity of women in patriarchal society. He has explicitly unmasked the need for the political, social, inner and emotional freedom of women. His prerogative is related to the economic, social and societal issues of women. This article reveals that how he had tried to rebut the violence, brutality, exclusion, repression and boorish rituals against women. Abdullah Husain's novels and short stories make him an outstanding author of Feminist movement.*

Key Words: Abdullah Hussain, Fiction and Fictionist, Feminine Voice, Social Restrictions, boorish Rituals, Political and Social Rights, Inner and Emotional Freedom

کلیدی الفاظ: عبداللہ حسین۔افسانہ اور افسانہ نگار۔نسائی آواز۔سماجی قدغن۔جاہلانہ رسومات۔سیاسی و سماجی حقوق۔داخلی جذباتی آزادی

عبداللہ حسین اُردو اَدب کے نامور ناول نگار، افسانہ نگار، کمیونسٹ اور ترقی پسند ادیب ہیں۔اُردو فکشن میں وہ بڑا مقام رکھتے ہیں۔انہوں نے اُردو کے پانچ شاہکار ناول تخلیق کیے ہیں جن میں "اُداس نسلیں" اور "نادار لوگ" کو کافی شہرت ملی کیونکہ ان ناولوں میں ہجرت کے ساتھ ترقی پسندیت کا رجحان غالب ہے یہ رجحان ء کے بعد اس قدر اُردو اَدب میں غالب آگیا تھا کہ باقی سب موضوع دب کر رہ گئے تھے۔یہ رجحان نہ صرف فکشن میں ہے بلکہ دیگر اَصناف بھی اِس کے اثرات سے نہ بچ سکیں۔عبداللہ حسین نے ناول نگاری کے ساتھ ساتھ اُردو افسانہ نگاری میں بھی کمال فن کا مظاہرہ کیا ہے۔عبداللہ حسین نے تین افسانوی مجموعے تخلیق کیے۔اِن کا پہلا افسانوی مجموعہ "نشیب" ء کو منظر عام پر آیا اس کے بعد "رات" اور "فریب" شائع ہوئے۔اِن کے یہ افسانوی مجموعے موضوعات کی مختلف رنگارنگی اور انسانی فطرت کے متنوع پہلو کی وجہ سے بہترین ہیں۔اِن کے یہ افسانے ہجرت، اداسی، جلاوطنی، مایوسی اور تنہائی کے ساتھ ساتھ ترقی پسندیت کا بہترین نمونہ ہیں۔مندرجہ بالا موضوعات کے ساتھ اِن کے افسانوں کا بڑا اہم موضوع نسائی بھی مسائل ہیں۔انہوں نے اپنے افسانوں میں کھل کر نسائیت پر اظہار کیا اور بعض افسانوں کے عنوانات ہی نسائیت پر رکھے ہیں جیسے "بیوہ" اور "ازدواج" ہیں۔گویا ان کے افسانے نسائیت کے علمدار ہیں جن میں انہوں نے عورت کو پیش آنے والے سماجی، معاشی، سیاسی، ادبی، تہذیبی، اخلاقی اور خانہ داری کے مسائل کو تلخ الفاظ میں بیان کیے ہیں۔مزید تفصیل بیان کرنے سے پہلے ایک نظر نسائیت پر ڈالنی ضروری ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔نسائیت عربی زبان کے لفظ نساء سے نکلا ہے جس کے معنی عورتیں، خواتین، بیبیاں اور نازیاں کے ہیں۔ جدید دور میں نسائیت کا تصور انگریزی ادب سے اُردو اَدب میں آیا ہے تو نسائیت کے لیے انگریزی میں فیمینیزم (Feminism) رائج ہے۔اس کی انگریزی میں یوں تشریح کی گئی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

"Feminism is a discourse that involves various movements, theories and philosophies which are concerned with issues of gender difference, advocate equality for women and campaign for women rights and interests"(۱)

انسائیکلوپیڈیا، برٹینکا کے مطابق :

"فیمنیزم ایک سماجی تحریک ہے جو عورتوں کے مساوی حقوق کے لیے جدوجہد کرتی ہے۔"( )

کولائنزڈکشنری میں فیمنیزم کا مفہوم یوں ہے :

"فیمنیز"عورتوں کے حقوق اور مفادات کے لیے کام کرنے والی تحریک ہے۔"( )

مندرجہ بالا عبارتوں اور تعریفوں سے یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ نسائیت فیمینزم دراصل ایک بڑی معنی خیز اور وسیع تحریک کا نام ہے جس کا مقصد عورتوں کی ملازمت، یکساں اُجرت، جائیداد، ملکیت کے حقوق، بیوی کے حقوق، آزادی اور سیاسی حقوق کے لیے عملی جدوجہد کرنا ہے۔اس تحریک کی بنیاد مغرب میں انیسویں صدی میں پڑی جس کا مقصد عورتوں کو ہر قسم کی حقیقی اور ایسی آزادی دینا جس میں عورتوں کو مردوں کے برابر مساوی حقوق حاصل ہوں۔"کیرل ہانش نے ۔ ء میں عورتوں کے سیاسی حقوق کے آواز بلند کی اس خیال کی ترویج کے ساتھ ساتھ آزادی نسواں کا تصور بھی ابھرا۔اگر ہم تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہم کو پتہ چلتا ہے کہ قدیم دور میں عورتوں کے ساتھ کونسی ناانصافی نہیں کی گئی اور کس خطے میں نہیں کی گئی ۔ اگر یونان میں دیکھا جائے تو قدیم دور میں اس کو انسان ہی نہیں سمجھا جاتا تھا اور وہ نحوست کی علامت تھی ، Babyloonianتہذیب میں اگر مرد عورت کا قتل کرتا تھا تو بدلے میں اس کی بیوی قتل کی جاتی تھی،Romanرومن میں عورت صرف ہوس پرستی کے لیے استعمال ہوتی تھی، مصری تہذیب میں عورت کو شیطان کا ہتھیار سمجھا جاتا تھا، عرب میں عورت کا گلا دبا کر قتل کر دیا جاتا تھا اور ہندوستان میں عورت غلام تصور کی جاتی تھی۔

طلوعِ اسلام کے بعد عورت کو عرب میں عزت اور غیرت کے نام سے دیکھا جاتا تھا۔اسلام نے عورت کو مساوی حقوق دیئے۔ عورت کے قتل کو جرم قرار دے کر اس کا بدلہ مقرر کیا گیا اور ساتھ سنگین سزا تجویز کی گئی۔اسلام نے عورت کو نحوست کی پھٹکار سے ، شیطان کے ہتھیار اور غلامی کے تصور سے نکال کر اس کو جہان کے لیے رحمت کا درجہ دیا۔اسلام نے بچی کی پیدائش پر رحمت کا تصور دیا اور لڑکپن میں بہن کا درجہ دے کر عزت وغیرت کا مقام دیا، جوانی میں بیوی کا درجہ دے کر دونوں کے لیے باطنی تسکین کا باعث قرار دیا۔اسی طرح بڑھاپے میں عورت کو ماں کا رتبہ دیا اور اس کی خدمت باعث جنت قرار دیا۔ عورت کو جائیداد و میراث کا حقدار بنا کر معاشی حقوق دیئے اور نکاح کی آزادی دے کر انفرادی حقوق دیئے اور غلامی کا تصور ختم کر دیا۔ معاشرتی معاملات میں اس کی شرکت کو باعث سعادت قرار دیا۔ مختصر طور پر اسلام نے عورت کو سیاسی، سماجی، معاشی اور اخلاقی حقوق دے کر اس کی تمام تر محرومی دور کر دی تھی۔

وقت کے بدلتے دھاروں کے ساتھ ساتھ ہر چیز میں تبدیلیاں رونما ہوئیں اور انسان کی سرشت میں تغیر داخل ہے وہ بھی تبدیل ہونے لگا۔اسلام نے انسانیت کا تصور پیش کر کے تمام انسانوں کو مساوی حقوق دیئے اور ہر ایک فرد کو خدا کے کنبے کا حصہ قرار دیا تھا۔وہ بھی بدلنے لگا اور جہالت پھر سے غالب آنے لگی اور انسان تاریکی دور میں چلا گیا۔ جاہلانہ رسومات، کالے قانون، طبقاتی نظام، آقا اور غلام، مالک و نوکر اور سماجی تفریق جو اسلام کے مساویانہ نظام کی وجہ سے دب گئے تھے وہ دوبارہ غالب آگئے اور ساتھ قدیم تصورات وعقائد نے ڈیرے ڈال لیے جس سے دوسری گراوٹوں کے ساتھ ساتھ عورت کو بھی اخلاقی و مذہبی، معاشی اور سیاسی گراوٹ حاصل ہوئی اور کم تر درجہ دے کر ظلم وستم کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔اس کی آزادی سلب کر کے اس کو کھلے عام وحشت اور ہوس کا نشانہ بنایا گیا۔اب کی بار اس کے حقوق کے لیے آواز عرب سے اور نہ ہندوستان سے بلند ہوئی بلکہ مغرب میں اس کی قسمت کا ستارا پھوٹا۔اس کے حقوق وآزادی کے لیے کئی نظریات اور تحریکیں وجود میں آئیں۔ جن کو بعد میں "فیمنیزم"کا نام دیا گیا۔ مغرب میں عورت کے مساویانہ حقوق کے لیے اٹھارویں صدی میں آواز بلند ہوئی اور سب سے پہلے "Mary Wallstone craft" نے آواز اٹھائی جو حقوق نسواں کا علمدار تھی ۔اس نے ء میں ایک مضمون تحریر تھا اس کا عنوان تھا۔"A vindication of the Rights of women" اس کے بعد ترپن( )سال تک

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

خاموشی چھائی رہی اور ء میں مارگریٹ فلر نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "Women in the 19th centery?" تین سال بعد ء میں "Seneca Falls" کنونشن میں عورتوں کے مساوی حقوق کا باقاعدہ مطالبہ کر دیا گیا۔اس کے بعد آزادی نسواں کے تصور کو وقعت ملی اور یہ تصور تیزی سے مقبول ہوا۔آخر کار ء میں آئینی ترمیم کر کے امریکہ میں رائے دہی کا حق حاصل ہوا۔اس کے بعد عورت کو سیاسی حق تو مل گیا مگر دیگر حقوق سے محروم تھیں اور رزق کی تلاش کے لیے عورت کا گھر سے نکلنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔مغرب میں فیمنیزم پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر عظمی فرمان فاروقی لکھتی ہیں :

"دوسری جنگ عظیم تک مغربی معاشرے میں عورت کا گھر سے تلاش معاش میں نکلنا ایک معیوب سی بات سمجھی جاتی تھی۔یہ حالت مجبوری ملازمت تلاش کرنے والی عورتیں نچلے درجے کی نوکریوں پر کم اجرت پر رکھی جاتی تھیں۔یہ سب برداشت کر لینے کے بعد بھی بے شمار دشواریاں اور سماجی و معاشی مسائل، ملازمت پیشہ عورتوں کی زندگی کو کٹھن بنانے اور عملی زندگی کو کٹھن بنانے اور عملی زندگی میں ان کی حوصلہ شکنی کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔"( )

دوسری جنگ عظیم کے بعد فرانسیسی ادیبہ "سائمن ڈی بووا" کی کتاب "The Second Sex" ء کو منظر عام پر آئی جو فیمنیزم کا بے حد اہم سنگ میل سمجھی جاتی ہے اس کتاب میں نسائیت کے حوالے سے خاصی بحث کی گئی اور نسائیت کے وجود کے حوالے سے کئی زیرک سوال اٹھائے گئے خصوصاً عورت کے وجود اور شناخت پر کلیدی بحث کی گئی مثلاً مرد کے لیے عورت کی نسبت کیوں تذلیل کا باعث سمجھی جاتی ہے اور مرد ہی عورت کی شناخت کا باعث کیوں ہے اور ساتھ تذکیر و تانیث کے حوالے سے سوال اٹھائے گئے۔ ء میں بٹی فرائڈان "Betty Friedan" کی کتاب "The Feminine Mystique" شائع ہوئی جو اپنے عہد کی سب سے متنازعہ مگر بے حد مقبول کتاب رہی۔بٹی فرائڈان نے صدیوں پرانی معاشرتی قدغنوں اور تصورات پر کاری ضرب لگائی۔اس کا خیال تھا کہ ایسے روایتی تصورات کا شکار عورت اپنی شناخت گم کر بیٹھتی ہے جو سمجھتی ہے کہ گھر اور بچوں کے ذریعے عورت کی تکمیل ہوتی ہے۔بٹی فرائڈان کے بعد یکے بعد دیگر ایسی سینکڑوں کتابیں منظر عام پر آئیں جن میں نسائیت کے حوالے سے خاصی بحث کی گئی جن میں نمایاں نام "Thinking about women"، Sexual Politics اور "The Resisting Reader" کے ہیں۔

جدید عالمگیریت کے عہد میں کوئی علم و فن اور نظریہ ایسا نہیں ہے جس نے دوسرے علوم و فنون سے رشتہ استوار نہ کیا ہو۔فیمنیزم بھی آج ایک دبستان فکر ہے جس کا اثر تمام شعبہ ہائے زندگی پر نظر آتا ہے اِسی طرح اَدب جو انسانی حیات کا ترجمان ہے وہ بھی کے اِس اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا بلکہ کئی اَدیبوں نے نسائیت کو باقاعدہ طور پر اپنا موضوع بنایا اور نسائیت کی ترویج کے لیے راہ ہموار کی۔آج اَدب میں نسائیت کی حیثیت اس قدر مسلم ہے کہ اَدب کی ایک اہم شاخ کا نام نسائیت ہے اور ساتھ ہی نسائی تنقید کا دبستان وجود میں آیا۔انگریزی اَدب میں نسائی اَدب تخلیق کرنے والوں میں سائمن ڈی بووا اور ورجینا وولف کا نام قابل قدر ہے۔جنہوں نے نسائی اَدب تخلیق کیا اور تنقیدی میدان میں Feminism کا اظہار کیا۔

اُردو اَدب میں نسائیت کی تحریک انگریزی اَدب کی دین ہے مگر اس سے پہلے عورتوں کی اِصلاح کی تحریک پہلے وجود میں آچکی تھی اور اس کا دائرہ کار مخصوص مقاصد تک تھا اُردو شاعری میں عورت کا وجود شروع ہی سے موجود تھا مگر عورت کے جذبات پر قدغن تھی اس کی نازکی، اس کے حسن اور چال چلن کا چرچا اردو شاعری میں عام ملتا ہے۔خدائے سخن میر تقی میر جو کلاسیک غزل کا بڑا شاعر ہے اس نے "نکات الشعرا" میں اپنی بیٹی تک کا نام لکھنا گوارا نہ کیا اسی طرح قدیم داستانوں میں نسوانی کردار ملتے ہیں مگر ان کے احساسات و جذبات کا اظہار نہیں ملتا۔انیسویں صدی کے آخری دہائیوں میں تذکروں میں عورت کا نام شامل ہوا ان تذکروں میں اہم نام فصیح الدین کا تذکرہ "بہارستان ناز (ئ)" اور عبدالحئی صفا کا تذکرہ "شمیم سخن" کا ہے۔اگر اُردو اَدب کی تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو اُردو اَدب کی چار سو سال تک عورت کا کوئی مقام متعین نہیں کیا گیا۔

اگر عورت کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے دیکھا جائے تو ہندوستان میں عورت کی تعلیم گھر پر ہوئی تھی مگر وہ تعلیم اور اس کے مقاصد محدود تھے اور اس تعلیم میں خانہ داری کے مسائل پر توجہ زیادہ دی جاتی تھی۔اِس تعلیم کا سلسلہ زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکا اور انگریزی کی علمداری کے بعد اِس تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور عورت مزید جکڑ بندیوں کا شکار ہوئی تنگ نظری اور رجعت پسندی نے عورت کے جذبات پر قفس لگائے اور جدید تعلیم کے دروازے عورت کے لیے بند کر دیئے گئے اِس صورت حال میں سب سے پہلے علی گڑھ کے زیرِ اثر تبدیلی نظر آئی۔سرسید احمد خان کے صاحبزادے جو لندن سے تعلیم حاصل کر کے واپس آئے تو انہوں نے عورتوں کی تعلیم پر خاص توجہ دی اور اس

کے لیے باقاعدہ تحریک چلائی ابتداء میں خود سرسید نے اس تحریک کی مخالفت کی تھی مگر بعد میں سرسید نے تعلیم نسواں کا مسئلہ بڑے شد و مد سے اٹھایا۔ تعلیم نسواں کی تحریک کی ایک بڑی کڑی مولوی نذیر احمد دہلوی ہیں جنہوں نے اُردو ناول نگاری کی ابتداء ہی تعلیم نسواں سے کی۔ مولوی نذیر احمد دہلوی کے دو ناول "مراۃ العروس اور بنات النعش "عورتوں کی تعلیم کی غرض سے لکھے گئے۔اِسی عرصے میں رتن ناتھ سرشار اور عبدالحلیم شرر کے ناول میدان میں آئے اور عورتوں کی تعلیم کو موضوع بنایا۔ الطاف حسین حالی نے تعلیمِ نسواں کے موضوع پر کتاب "مجالس النسائ" تحریر کی۔اس کے بعد سینکڑوں کتابیں اور رسالے شائع ہوئے جس میں عورتوں کی اصلاح کے حوالے سے مضامین لکھے جاتے تھے اِن رسائل میں سر فہرست نام "خاتون، معلم، تہذیبِ نسواں، عصمت اور الحجاب "ہیں۔ان رسائل کے وجود میں آنے کے بعد عورتوں کے سماجی، سیاسی اور معاشرتی حقوق کے حوالے سے آوازیں بلند ہوئیں جس کے باعث "ستی "کی رسم پر پابندی لگی اور ساتھ بچپن کی شادی پر پابندی لگادی گئی۔ عورت کو خلع کا حق دیا گیا۔ اسی طرح عورت کو سیاسی حقوق حاصل ہوئے اور   ء کو عورت کو انتخاب کا حق دیا گیا۔

اِن سب حالات وواقعات نے خطے میں عورت کی زندگی بدل کر رکھ دی اُسے بچپن کی شادی سے نجات ملی، گھر سے باہر تعلیم حاصل کرنے کا موقع میسر آیا اور عورت ساتھ جلد اپنے احساس وجذبات کا اظہار خود کرنے لگی۔ تعلیم نسواں کے عام ہونے سے تعلیم یافتہ عورتوں نے عورتوں کی اصلاح کا بیڑہ اٹھالیا۔اس مقاصد کے لیے خواتین نے فکشن کے میدان میں قدم رکھا۔افسانہ اور ناول تحریر کیے جس میں عورتوں کے سماجی و معاشرتی مسائل کو اجاگر کیا گیا۔اس حوالے سے "رشیدۃ النساء "پہلی خاتون ناول نگار ہیں جس نے "اِصلاح النسائ"(ئ)ناول لکھا۔اس ناول میں ہندوستانی خواتین کی ایسی رسموں اور جھگڑوں کو موضوع بنایا گیا ہے جو شریف خاندانوں کی تباہی کا باعث بنتے ہیں اور ساتھ مسلم گھرانوں کی معاشرت پہ عمدگی سے روشنی ڈالی گئی۔ اس کے علاوہ اکبری بیگم نے "گلدستہ محبت"، محمدی بیگم نے "آجکل اور شریف بیٹی "اور صغری بیگم نے "سر گزشت ہاجرہ" کے نام سے ناول لکھا۔ مگر ان ناولوں میں اس باغیانہ پن اور آزادی نسواں کی جھلک نہیں تھی جو بعد میں ترقی پسند تحریک کے زیر اثر ابھری۔   ء میں افسانوی مجموعہ "انگارے "شائع ہوا،اِس میں اِس قدر باغیانہ رویہ اختیار کیا گیا اور معاشرتی وسماجی قدغنوں پر چوٹ لگائی تو اِس کے خلاف خود مسلمانوں ادیبوں کی طرف سے سخت ردعمل سامنے آیا اور "انگارے "کو ضبط کر دیا گیا مگر یہ سلسلہ تھم نہ سکا اور   ء میں ترقی پسند تحریک وجود میں آئی تو اس کا ایک رخ نسائیت بھی تھا تو اس کے زیر اثر پڑھی لکھی خواتین میں ذہنی اور فکری آزادی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی اور عورتیں اپنے نام سے تخلیقات شائع کرنے میں آزاد ہو گئیں ان میں نمایاں نام ڈاکٹر رشیدہ جہاں کا ہے جو تخلیقی حوالے سے افسانہ نگار، ڈرامہ نویسی اور صحافت سے وابستہ رہیں۔ان تحریروں کا بنیادی موضوع عورت ہے جس کی دنیا محدود ہے ان کے علاوہ عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر، ہاجرہ مسرور، خدیجہ مستور، بانو قدسیہ، رضیہ فصیح احمد، جیلانی بانو، جمیلہ ہاشمی، فاطمہ لودھی اور سائرہ ہاشمی کا نام قابل ذکر ہے مگر جدید دور میں کشور ناہید اور فہمیدہ ریاض کا چرچا ہے یہ دونوں شاعرہ بھی ہیں اور نقاد بھی۔ان کے علاوہ مردوں میں سے سعادت حسن منٹو، کرشن چندر، پریم چند، اختر انصاری، احمد ندیم قاسمی اور راجندر سنگھ بیدی کا نام قابل ذکر ہے جنہوں نے عورت کی آزادی کے علاوہ سماجی حقوق کے لیے آواز بلند کی اِن کے افسانے نسائیت کے حوالے سے بھی کلیدی مقام رکھتے ہیں۔

عبداللہ حسین اُردو اَدب کے معروف ناول نگار اور افسانہ نگار ہیں ان کے افسانوں میں سماجی حقیقت نگاری، ہجرت، اداسی، بے وطنی، تنہائی کے علاوہ نسائیت بھی ایک اہم موضوع ہے جو ان کے تمام افسانوی مجموعوں میں اظہر من الشمس موجود ہے۔ عبداللہ حسین نے ایسے نسوانی کردار تخلیق کیے ہیں جو سیاسی و سماجی، معاشرتی اور اخلاقی حقوق سے محروم ہیں ان کو معاشرتی جاہلانہ رسومات، تعصبات اور طبقاتی تقسیم نے قید کر رکھا ہے ان سے جذباتی احساسات کی آزادی چھین لی گئی وہ آزادی سے سانس نہیں لے سکتے امن وسکون اور اطمینان کی زندگی بسر کرنے سے قاصر ہیں گویا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ انسان ہی نہیں اور جذبات کی آزادی سے بالکل محروم ہیں ان کی داخلی واندرونی خواہشات کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ راہ میں حائل ہزاروں روکاوٹیں ان کے جذبات پر کاری ضرب لگاتی ہیں تو وہ ہمیشہ کے لیے مریض بن جاتے ہیں۔

"نشیب "عبداللہ حسین کا بہت ہی خوبصورت افسانوی مجموعہ ہے اس میں پانچ افسانے شامل ہیں۔ "ندی "اس مجموعے کا سب سے بہترین اور زندہ جاوید افسانہ ہے اس افسانے کا ابتدائی پس منظر ہجرت سے جڑا ہوا ہے مگر اس افسانے میں "بلانکا "سب سے بہترین اور زندہ کردار ہے۔ بلانکا ایک خوبصورت ہنستی مسکراتی لڑکی ہے جو اپنے ماں باپ کی ناجائز اولاد ہے بلانکا کی پیدائش کے بعد چند دنوں بعد ان کے والدین حادثاتی موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہیوم (لاوارث بچوں کی پرورش گاہ) میں اس کی پرورش کی جاتی ہے۔ تھوڑے عرصے بعد اس کو روایتی (لے پالک) ماں باپ لیے آئے جو لڑکی کی رحمت سے محروم تھے اور ان کے دل میں بیٹی کی خواہش تھی تو اس کو پالا گیا۔ بلانکا نے جب یونیورسٹی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

میں قدم رکھا تو اس کو سلطان سے محبت ہو گئی جو مشرقی تہذیب کا باشندہ ہے جبکہ بلانکا مغربی تہذیب سے تعلق رکھتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو شدومد سے چاہتے ہیں مگر ان دونوں کے درمیان نسلی، تہذیبی اور طبقاتی تعصب حائل ہے۔ مغرب جو آزادیِ نسواں کا بڑا علمدار ہے اس میں بھی عورت کو جذبات کی کامل آزادی حاصل نہیں ہے۔ بلانکا سلطان سے شادی کرنا چاہتی ہے اور اس نے اس بات کا کھلا ڈھلا اظہار کیا مگر جب یہ راز اس کے لے پالک ماں باپ پر آشکار ہوتا ہے تو وہ نسلی تعصبات کا شدید اظہار کرتے ہیں اور لڑائی جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ سارا ہنگامہ اس وقت کھڑا ہوا جب بلانکا نے سلطان کو گھر دعوت پر بلایا۔ بلانکا کہتی ہے۔

> "یہ حقیقت ہے کہ آج تک میں نے کبھی کسی کو اس طرح اپنے گھر مدعو نہیں کیا، لیکن شام کو میرے باپ سے اس نے اس کو ذکر کیا تو اس نے اسے بتایا کہ پاکستان ایشیا میں ہے۔ اس سے سارا جھگڑا شروع ہوا سارا جھگڑا؟ ہاں۔۔۔اسے پتہ چل گیا کہ تم۔۔۔یعنی تم۔۔۔میں کیا۔۔۔کہ تم۔۔۔وہ پھر رک گئی۔" ( )

عبداللہ حسین نے اس افسانے میں خاص نسوانی پہلو پر بات کی ہے کہ کس طرح تہذیبی بُعد دنیا میں تعصبات کا باعث ہے اور اس لسانی و جغرافیائی تعصب نے انسان کو انسان سے دور کر رکھا ہے۔ جذبات کی تکمیل میں تہذیب بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ عبداللہ حسین نے اس پس منظر میں خفیہ انداز میں پاکستانی تہذیب کے ایک خاص پہلو پر بات کی ہے کہ پاکستان میں بھی ایک تہذیب کا دوسری تہذیب، ایک ذات کا دوسری ذات سے اور ایک قوم کا دوسری قوم سے رشتہ داری قائم کرنا عیب کی بات سمجھا جاتا ہے اور سماج کی جاہلانہ سوچ کی بدولت ایک خاص ردعمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جبکہ حقیقت میں سب انسان ہیں اور سب کو ایک جیسا مقام حاصل ہے اور تمام انسانوں کو مساوی حقوق حاصل ہیں اور سماجی و اخلاقی آزادی سب کو حاصل ہے مگر سماجی قدغنیں اور جکڑ بندیوں نے انسان کو داخلی آزادی سے محروم کر رکھا ہے جس سے انسان کھلے عام جذبات کے اظہار سے عاری ہے اور اگر اظہار کرے تو سماج اس کا جینا دوبھر کر دیتا ہے یہی صورت حال سلطان اور بلانکا کو پیش آئی۔ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں شدت سے چاہتے ہیں لیکن بلانکا آزادیِ نسواں کی محرومیت کی وجہ سے سلطان کو سینے سے نہ لگا سکی۔

"پھول کا بدن" عبداللہ حسین کا بہت ہی خوبصورت افسانہ ہے جس میں تجسس، رومانیت کے ساتھ ساتھ نسائی پہلو خاص اہمیت رکھتا ہے۔ "پھول کا بدن" بنیادی طور پر "نعیم" اور "ثروت" کی محبت کی کہانی ہے۔ دونوں نے ایک ہی گھر میں پرورش پائی اور ایک ہی طرز کی ایک ادارے میں تعلیم حاصل کی دونوں کا بچپن ایک ساتھ خوبصورت گزرا۔ عبداللہ حسین نے دونوں کی ایک خوبصورت بچپن کی کہانی بیان کی ہے جس سے عبداللہ حسین کی فنکاری کا پتہ چلتا ہے اور قاری کے لیے تجسس و دلچسپی کا عنصر ہے۔ عبداللہ حسین لکھتے ہیں کہ

> "جب وہ اور اِس کے کنبے کا بڑا لڑکا سکول میں پڑھا کرتے تھے اور دونوں کی کسی بات پر لڑائی ہو گئی تھی اور دونوں کو سزا ملی تھی، چھٹی کے بعد تک ایک تختی لکھتا رہا تھا اور دوسرا اسکول کے پودوں کو پانی دیتا رہا تھا۔ اور بعد میں گلے میں بستے لٹکائے دونوں بظاہر ایک دوسرے سے بے خبر آگے پیچھے چلتے گھروں کو لوٹے تھے۔ پھر ایک دن کسی بات پر صلح ہو گئی تھی اور دوستی کا آغاز ہوا تھا۔" ( )

اِن دونوں کی دوستی بعد میں محبت میں بدل گئی دونوں میں سے ثروت، نعیم کو شدت سے چاہتی تھی اور نعیم کو ہمسفر بنانا چاہتی تھی۔ ثروت نے خفیہ الفاظ کے ذریعے اپنی دلچسپی کا اظہار نعیم سے کر دیا تھا مگر جب دونوں جوانی میں قدم رکھتے ہیں تو نعیم، ثروت کی محبت اور اس کی خواہش کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ ثروت کے والدین بھی ثروت کی خواہش کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور ثروت کی شادی نعیم کے دوست محمود سے ہو جاتی ہے۔ ثروت محمود کو نہیں چاہتی مگر پھر بھی مشرقی عورت کی طرح بظاہر خاموش ہو جاتی ہے پھر بھی محمود اور ثروت کے درمیان لڑائی جاری رہتی ہے اور نعیم صلح کرواتا رہتا ہے اور دونوں کے درمیان تلخ مکالمے ہوتے ہیں۔ نعیم کہتا ہے :

"میں تنگ آچکا ہوں۔" اس نے کہا:

کسی بات سے "

تمہارے جھگڑوں سے "

آپ سے کس نے کہا تھا۔۔۔ "

"کیا۔۔۔۔؟کہ جھگڑے میں پڑے۔

مجھ پہ لازم آتا تھا۔"( )

ثروت، نعیم کی باتوں کا جواب دیتی ہے کہ تم نے مجھ کو نظرانداز کر کے خود جھگڑے میں پڑے اور تم ہی نے میری شادی محمود سے کرائی تھی جب کہ آپ کو میری خواہش کا پتہ تھا۔ثروت کہتی ہے :

"جھگڑے میں آپ خود پڑے ہیں۔"

"کیسے ؟"

آپ نے میری شادی کرائی تھی۔

تو میں اس کا قصوروار ہوں ؟

آپ اس میں شریک ہیں، بہر حال۔

میں قصوروار ہوں ؟اس نے حیرت سے پوچھا۔

میں کچھ نہیں جانتی۔"( )

عبداللہ حسین لکھتے ہیں کہ مشرقی تہذیب میں عورت سماج کی رسومات کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے اس کے حقوق غضب کر لیے جاتے ہیں خصوصاً زندگی کا ساتھی تلاش کرنے میں عورت کو آزادی حاصل نہیں دراصل یہی المیہ ہر مشرقی عورت کا ہے جس سے بھیڑ بکری جیسا سلوک کیا جاتا ہے اس کے جذبات واحساسات کو دبایا جاتا ہے اور ظلم کے پہاڑ توڑ کر مزید اس کو کچلا جاتا ہے ایسی عورت ساری زندگی کڑھتی رہتی ہے اس کے ہاں یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ سوسائٹی میں اس کا کوئی مقام نہیں ہے وہ پیدا ہی صرف مرد کی غلامی کے لیے کی گئی تھی اور بھیڑ بکریوں کی طرح اس کو کسی بھی بھیڑیے سے چمٹا دیا جاتا ہے جو اس سے درندوں جیسا سلوک کرتا ہے اور کوئی اس کا پرسان حال نہیں ہوتا۔عبداللہ حسین نے ثروت کی زبانی یہ حقیقت عیاں کی ہے اور نسائیت کے لیے آواز بلند کی ہے۔ثروت، نعیم سے مکالمے کے دوران سخت الفاظ میں سماجی گھٹن پر تنقید کرتی ہے۔ثروت پھٹ پڑتی ہے اور کہتی ہے۔

"جیسے میں بھیڑ ہوں یا بکری کیا ہوں۔۔۔۔

جس کا کوئی نام نہیں، کوئی کام نہیں۔۔۔

جس کا۔۔۔ثروت!

ہاں یہ ٹھیک ہے۔۔۔ثروت۔۔۔۔یہ میرا نام ہے۔ "

ثروت "!!

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

تم نے عمر بھر مجھے کوئی نام نہیں دیا کبھی۔۔۔

میرے وجود تک کو تسلیم نہیں کیا کبھی۔۔۔

مجھے کچھ بھی نہیں سمجھا۔۔۔کچھ بھی نہیں۔۔"( )

عورت جو حیا کا پیکر ہے جو اپنی شان و عظمت کے لیے لڑتی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ صبر کے پیمانے سے بھی لبریز ہوتی ہے اس کے اندر شرم اور حیا اس قدر ہوتی ہے کہ آنکھ ملا کر بات نہیں کر سکتی اور اپنی ساری زندگی ایک ہی شخص کے ساتھ گزار دیتی ہے مگر بعض اوقات جب اس کو اس کے حق سے محروم کر دیا جاتا ہے تو وہ محرومی کا احساس اس کو سنگین قدم اٹھانے پر مجبور کر دیتا ہے کیونکہ محرومیت کا احساس ہی ایسا احساس ہے جس کو انسان مکمل طور پر دبا نہیں سکتا۔یہی صورت حال ثروت کے ساتھ ہے ثروت، نعیم سے محبت کرتی ہے اور آخر محبت، محبت ہی ہوتی ہے جو کچھ بھی اور کیسی ہو، آدمی کو اپنے آپ سے الگ کرنے اور کہیں نہ کہیں، پہنچانے پر حاوی ہے۔ثروت کو بھی ہر وقت، ہر لمحے یہ احساس رہتا ہے کہ کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی وقت، کوئی نہ کوئی شے بہر حال کھوئی گئی ہے ضائع ہو گئی۔ثروت کی شادی کو دس سال گزر چکے مگر اس کے باوجود اس کو محرومیت کا احساس بغاوت پر اکساتا ہے دوسرا ثروت نعیم کے غیر شعوری رویے اور سماج سے اس کی اندھی قدغنوں کا بدلہ لینا چاہتی ہے ثروت آخر کار سماج کی آہنی دیوار توڑ کر نعیم سے اپنا بدن ملا لیتی ہے۔نعیم کے سمجھانے کے باوجود وہ زندگی کی گاڑی کا رخ موڑ دیتی ہے۔

"ثروت بیگم۔۔۔اس نے کہا: زندگی کی گاڑی کو اب موڑا تو نہیں جا سکتا۔ "

مگر اس دکھ کو تو ختم کیا جا سکتا ہے۔ "

کیسے ؟ "

نعیم۔۔۔وہ بولی میرے حلق میں ایک پھانس ہے۔"مگر میں کیا کر سکتا ہوں ڑ "

مجھے آزادی چاہیے۔

کیسے وہ چیخ کر بولا: کیسے ؟

پھر اس کی خاموش بے باک نظروں اور ہوا میں پھیلے ہوئے، بولتے ہوئے، فریاد کرتے ہوئے مایوس بے حجاب ہاتھوں کو دیکھ کر وہ سن رہ گیا۔"( )

اس افسانے میں عبداللہ حسین نے آزادی نسواں اور حقوق نسواں کے حوالے سے آواز بلند کی ہے کہ کس طرح عورت کو اس کے بنیادی حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ احساس کس طرح عورت کو کمزور کر دیتا ہے اور کون سے سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔سماج کی اندھی اور جاہلانہ رسومات نے کس طرح ثروت کو دس سال بے چین کیے رکھا اور آخر کار اس کی بے قراری نے کس طرح سخت قدم اٹھانے کے لیے مجبور کر دیا ہے اور اس نے بتیس سال کی عمر میں زندگی کی گاڑی کا رخ تبدیل کر دیا اور نعیم سے اس نے اس کی بے توجہی کا بدلہ لیا ہے اور اپنا بدن اس کے حوالے کر دیا۔

عبداللہ حسین کے افسانوں میں نسوانی کردار اپنے بنیادی حقوق سے محروم نظر آتے ہیں عبداللہ حسین نے خوبصورت افسانے لکھ کر نسوانیت اور آزادی نسواں کے حوالے سے خصوصاً اپنے قلم کا استعمال کیا ہے عبداللہ حسین نے کھل کر مشرقی تہذیبوں کی گھٹنوں پر تنقید کی ہے کہ مشرقی سماج جو عورت کے حقوق کے حوالے سے بڑا علمدار نظر آتا ہے اور بڑے بڑے دعوے کرتا ہے کہ یہاں عورت محفوظ ہے اس کو تمام جائز حقوق حاصل ہیں اور اس کے نان و نفقے کا ذمہ دار مرد ہے اور عورت کو معاشی حوالے سے کوئی فکر حاصل نہیں ہے لیکن عبداللہ حسین نے مشرقی تہذیب کی کھوکھلی تصویر اور منافقانہ رویوں کو عمدہ صورت میں عیاں کیا ہے۔"بیوہ"ان کا خوبصورت افسانہ ہے جس کے اہم کردار"اکرم اور زہرہ"ہیں دونوں کے کردار کی نمایاں جھلک پیش کی ہے۔عبداللہ حسین نے اس افسانے میں زہرہ کے کردار کو واضح کیا ہے کہ وہ کس طرح اپنا اور اپنے شوہر

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

کا پیٹ پالنے کے لیے اپنی عزت بھی داؤپر لگادیتی ہے جبکہ اس کا شوہر اکرم مفت کے نوالے توڑتا ہے۔ زہرہ گھر کے برتن کے ساتھ زیورات بیچ کر خاوند کا ساتھ دیتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنی عزت بھی داؤپر لگادیتی ہے۔ زہرہ نے دلاور سے سچے پیار کا وعدہ کیا تھا اور بدلے میں انگوٹھی لے آئی تھی اور اس کو شلوار میں چھپادیا تھا۔ جب بھوک وافلاس زیادہ ہوئی تو اس نے اکرم کو انگوٹھی دے کر کھانالانے کو کہا :

"پھراس کے بازو کہنیوں سے کھلے اوراس نے شلوار کو کس کر باندھا۔ چند لحظے تک وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی، پھر پلٹ کر اکرم کی جانب لوٹ آئی۔

"یہ لے "

اکرم نے اس کی ہتھیلی سے چمکتی ہوئی انگوٹھی اٹھائی اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا سونے کی ہے ؟

جو بھی ہے لے جا، کچھ نہ کچھ مل جائے گا۔" (   )

عبداللہ حسین نے اس افسانے میں عورت کی معاشی آزادی کے حوالے سے بحث کی ہے کہ مشرق جو عورت کو معاشی آزادی بھی نہیں دیتا اور اس کا بوجھ بھی عورت پر ہی ڈالتا ہے۔ کیونکہ مشرق میں آج جدید دور میں عورت کو معاشی آزادی مکمل طور پر آزادی حاصل نہیں ہے اگر وہ اپنے معاش کے لیے تگ ودو کرتی ہے تو سماج اس پر کوئی قدغنیں لگاتا ہے اور الزامات کی بوچھاڑ ہوتی ہے جس کی وجہ سے عورت کا گھر سے نکلنا محال ہو جاتا ہے اور ساتھ اس کی زندگی کی خواہشات کا دائرہ کار محدود ہو جاتا ہے گویا اس کو گھر میں مقید کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ گھر سے نہیں نکلتی تو اس کو فاقوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسے زہرہ کو کرنا پڑا۔

عبداللہ حسین نے اپنے افسانوں میں عورت پر ہونے والے مظالم کو بیان کیا ہے کہ ہمارے سماج میں عورت کی کوئی قدر نہیں ہوتی اور ہر معاملے میں عورت کو قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے گویا قدیم یورپ ویونان کی طرح عورت کو آج بھی نحوست سمجھا جاتا ہے۔ اور عیوب کا منبع سمجھا جاتا ہے "ازدواج" عبداللہ حسین کا خوبصورت اور نسوانیت کے حوالے سے اہم شاہکار ہے۔ اس افسانے میں دو میاں بیوی کی کہانی ہے جو اولاد کی نعمت سے محروم ہیں۔ نبیلہ خاوند سلیم شیخ کو ٹیسٹ کروانے کا کہتی ہے تو وہ کتراتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے شادی سے پہلے ٹیسٹ کروایا تھا جو کلیئر تھا۔ سلیم شیخ جھوٹ بولتا ہے مگر اس کی بیوی بھی ٹیسٹ کرواتی ہے تو اس کو کلین چٹ دی جاتی ہے اس کشمکش میں دونوں زندگی گزارتے ہیں لیکن ایک دن وہ نبیلہ، سلیم شیخ کے باکس کا قفس کھولتی ہے تو اس کو ایک میڈیکل رپورٹ ملتی ہے تو وہ اس رپورٹ کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتی ہے تو ڈاکٹر صبغت اللہ اس رپورٹ کو پڑھ کر جواب دیتا ہے کہ اس میں مریض کو ڈاؤن سنڈروم کی بیماری ہے۔ نبیلہ ڈاکٹر ڈاؤن سنڈروم سے متعلق سوال کرتی ہے تو ڈاکٹر ڈاؤن سنڈروم کے بارے میں بتاتا ہے کہ یہ کروموسوم کی بیماری ہے

"انسان کے اندر چھیالیس کروموسوم ہوتے ہیں، جن لوگوں پر یہ بیماری اثرانداز ہوتی ہے ان کے اندر سنتالیس کروموسوم ہوتے ہیں یعنی اکیسویں کروموسوم کی ایک زائد کاپی شامل ہوتی ہے۔۔۔۔ عمل تولید کے دوران ایک سے زائد کروموسوم اتفاقیہ طور پر داخل ہو جاتا ہے جو قدرے بیلنس کو بگاڑ دیتا ہے۔" (   )

جب یہ راز نبیلہ پر آشکار ہوتا ہے تو وہ کئی دن صبر کرنے کے بعد وہ سلیم شیخ کو بتاتی ہے۔ سلیم شیخ غصے میں آگ بگولا ہو جاتا ہے اور حملہ کرنے کے لیے ٹوٹ پڑتا ہے مگر وہ خود کو بچا لیتی ہے اس کے بعد سلیم شیخ عورت نبیلہ پر ظلم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تمھیں کس نے اجازت دی میرے کاغذات کو ہاتھ لگاؤ اور وہ ظلم و تشدد کرنے کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے۔ عبداللہ حسین نبیلہ کی زبانی بیان کرتے ہیں :

"اس نے میرے اوپر تشدد کرنا شروع کر دیا تھا مجھے جنسی عمل پر مجبور کرتا تھا اور اس طرح سے کرتا تھا جیسے زمین میں ہل چلا رہا ہو۔۔۔۔ اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر پٹک دیا، دیوار پر دے مارا۔ میری ہڈیاں چرچرا گئیں، گیارہ روز تک میں ہسپتال پڑی رہی۔" (   )

عبداللہ حسین نے اس افسانے میں نسائیت کے حوالے سے ایک اہم بحث چھیڑی ہے اور خاص نقطہ بیان کیا ہے کہ عموماً سماج میں، معاشرے میں اولاد کی محرومی کا سبب عورت کو ٹھہرایا جاتا ہے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے سوسائٹی میں عورت کا مقام گر جاتا ہے اور اس پر ظلم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں اور طلاق دے کر گھر سے بے دخل کر دیا جاتا ہے۔ عبداللہ حسین نے یہ واضح کیا ہے کہ اولاد سے محرومی کا سبب صرف عورت نہیں ہوسکتی بلکہ مرد بھی بے اولادی کا سبب بن سکتا ہے اسی لیے عورت کو بے جا تنقید کا نشانہ نہ بنایا جائے اور ظلم و تشدد اور جبر نہ کیا جائے۔ چھان بین کرنا جس طرح مرد کا حق ہے اس طرح عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ چھان بین کر سکتی۔ دونوں کو سوسائٹی میں مساوی حقوق حاصل ہیں۔

"فریب" عبداللہ حسین کا بہترین افسانہ ہے۔ اس میں غربت جاگیر داریت، انا پرستی اور وڈیرہ شاہی کے موضوعات کے ساتھ ایک اہم موضوع تحفظ نسواں ہے۔ اس افسانے کی بنیادی کہانی کرم مغل اور رحمت مغل اور سلطانہ کے گرد گھومتی ہے کرم مغل اور رحمت مغل آپس میں باپ بیٹا ہیں اور دونوں بد معاش، جاگیر دار اور وحشی ہیں دونوں میں ہوس کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی جبکہ سلطانہ ایک غریب اور سمجھدار لڑکی ہے دونوں سلطانہ کو اپنی ہوس پرستی کا نشانہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں مگر سلطانہ خود دار اور عزت دار لڑکی ہے اور ان کے ستم سے بچ جاتی ہے۔ غربت کی وجہ سے کرم مغل کے گھر میں کام کرتی ہے کرم مغل بظاہر نمازی اور روزے دار نظر آتا ہے اور مولویوں کے واعظوں سے متاثر بھی ہے لیکن اندر کا آدمی اُس کو برائی پر اُکساتا ہے۔ رحمت مغل سلطانہ کو لالچ دے کر غلط کام کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ عبداللہ حسین لکھتے ہیں
:

"میں نے گھٹنوں سے اوپر اس کی رانیں دبانی شروع کر دیں۔ دباتے دباتے میرے ہاتھ ذرا ہی اُوپر گئے تو اُس کا تہد اٹھنے لگا، جیسے کوئی خود کار کھلونا ہو جو ایک طرف سے دبانے سے دوسری جانب اچھل پڑے۔

رحمت نے ہاتھ سے تہد کا پلو ہٹا دیا۔

ہائے میاں جی: میں کانپتی ہوئی آواز میں کہا

یہ کیا کر رہے ہیں۔ "

"سلطانہ یہ سلطان ہے۔ وہ ہنستے ہوئے بولا

"تیرا ساتھی، مجھے غصے آگیا۔"(   )

عبداللہ حسین اُردو اَدب کے بہت بڑی ناول نگار اور افسانہ نگار ہیں۔ موضوعات اور فنی چابکدستی کے لحاظ سے عبداللہ حسین کے افسانے اُردو افسانہ نگاری میں کلیدی مقام رکھتے ہیں۔ عبداللہ حسین کے افسانوں کا ایک اہم موضوع نسائیت اور حقوق و آزادی نسواں ہے۔ عبداللہ حسین نے نسائی حقوق اور عدم تحفظ عورت کے حوالے سے افسانے لکھے ہیں۔ انہوں نے عورت کے سیاسی و سماجی حقوق اور داخلی وجذباتی آزادی پر کھلے ڈھلے الفاظ میں بحث کی ہے اور سماج میں عورتوں کے مسائل خصوصاً معاشی، معاشرتی، سماجی کو بیان کیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ عورتوں پر بہمانہ تشدد، ظلم وستم اور سماج قد غنوں، جبر اور جاہلانہ رسومات کی نفی کی ہے۔ عبداللہ حسین کے افسانے نسائیت کے حوالے سے بڑا ادبی مقام رکھتے ہیں اور نسائی تحریک کے ترجمان ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ Cornell Durcilla (1998). At the Heart of Freedom: Feminism, Sex and Equality, Princeton university press, Princeton, Nj P.5

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

۲۔ Britannica concise encyelopedia http:// www. Britannica.com/feminism Retrieved on 27.11.2008

۳۔ Collins Disctionary and thesaurus 2006, collins London.

۔ عظمیٰ فرمان فاروقی،ڈاکٹر،"اُردوادب میں نسائی تنقید"،(کراچی،سعید پبلی کیشنز،)،ص:

۔ عبداللہ حسین،"ندی"مشمولہ"نشیب"،(لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،)،ص:

۔ عبداللہ حسین،"پھول کابدن"مشمولہ"رات"،(لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،)،ص:

۔ ایضاً،ص:

۔ ایضاً،ص:

۔ ایضاً،ص:

۔ ایضاً،ص:

۔ عبداللہ حسین،"بیوہ"،مشمولہ،"فریب"،(لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،)،ص:

۔ ایضاً،ص:

۔ ایضاً،ص:

۔ ایضاً،ص: